اسلام اور اس کا معنیٰ

(از مولوی عبداللطیف صاحب حصاری متعلم رحمانیہ)

لفظ اسلام کی لغوی و شرعی تشریح

آنحضور فداہ ابی و امی جس شریعت مقدسہ کو لائے وہ ملقب بہ اسلام ہے جسکو گاہ بگاہ بکسر سین سلم و بفتح سین سلم بھی کہا جاتا ہے جیسا کہ لسان العرب میں مذکور ہے ہر سہ الفاظ مادہ وصورت کے لحاظ سے عربی الاصل ہیں اور اہل عرب کے نزدیک انکے واسطے معانی ہیں جن کو حقائق لغویہ سے تعبیر کیا جاتا ہے جب اہل شرع نے ان معانی کو دین اسلام کے واسطے مخصوص کر دیا تو اس کے معانی لغویہ میں تصرف کیا گیا اور اہل علم کے نزدیک معانی لغویہ میں تصرف کر کے معانی شرعیہ میں الفاظ منصرفہ کا استعمال جائز ہے۔ مثلاً صلوٰۃ۔ حج۔ ایمان۔ گو الفاظ مذکورہ کیواسطے معانی لغویہ ہیں لیکن اہل شرع نے ان کو معانی مخصوصہ کے واسطے خاص کر لیا ہے کتب اصول فقہ میں یہ امر مختلف فیہ ہے کہ یہ الفاظ لغویہ جب معانی شرعیہ میں استعمال ہوتے ہیں تو معانی لغویہ ان میں ملحوظ ہوتے ہیں یا متروک؟ قاضی ابوبکر باقلانی تو قائل ہیں کہ یہ اوضاع اصلیہ سے نکلکر وضع دیگر اختیار کر لیتے ہیں اور معتزلہ، خوارج و دیگر فقہائے کرام قائل ہیں کہ یہ اپنی وضع سابق پر قائم رہتے ہیں مگر دیگر معانی میں مجازاً استعمال ہوتے ہیں۔ اور قاضی ابوالحسن علی الآمدی نے اپنی کتاب احکام فی اصول الاحکام میں لکھا ہے کہ علمائے اسلام معانی لغویہ کا لحاظ معانی شرعیہ میں ضرور رکھتے ہیں بدیں وجہ متکلمین، مفسرین اور لغویین لفظ اسلام میں معنی لغوی کا لحاظ ضرور رکھتے ہیں۔ امام فخرالدین رازی نے آیت ان الدین عند اللہ الاسلام کی تفسیر میں جملہ مذاہب لفظ اسلام کی تحقیق میں نقل کر دیئے ہیں۔ لغت میں اسلام کے تین معانی آتے ہیں۔ اوّل انسان کا مطیع ہونا جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا۔ ولا تقولوا لمن القی الیکم السلم لست مومناً۔ یعنی جو ظاہر میں تمہارا مطیع ہو اور مدعی اسلام ہو تو اس پر عدم ایمان کا حکم نہ لگاؤ دوسرے معنی اسلام مشتق ہے سلم سے جس کے معنی سلامتی کے ہیں۔

لیکن جمہور مستشرقین کی رائے ہے کہ اسلام کے معنی ہیں انسان کا بلاچون وچرا کسی زبردست طاقت کے مطیع ہونا اور جولڈسیہر نے لکھا ہے کہ اسلام کے معنی ہیں خضوع کے یعنی مومن کا خدا تعالیٰ سے ڈرنا اور اس کے آگے لکھتے ہیں کہ تاجدار مدینہ نے جتنے الفاظ خدا اور بندہ کے درمیان علاقہ بنانے کیواسطے وضع کئے ان سب میں اسلام جس رشتہ کو خدا اور بندے کے درمیان ثابت کرتا ہے وہ کسی دوسرے سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔

جن علمائے مغرب نے معنی اسلام میں جبر اور زبردستی کے مفہوم کو شامل کیا تھا انکی تردید میں مشہور مصنف اسلام سید امیر علی نے فرمایا ہے کہ اسلام کے معنی ہیں کہ انسان کا فلاح و بہبود کو بذریعہ تزکیہ نفس تلاش کرنا جیسا کہ ایک آیت ہے :- "انا منا المسلمون ومنا القاسطون فمن اسلم فاولئك تحروا رشدا" اس آیت میں اسلام کے معنی انقیاد ظاہری اور باطنی کے ہیں جو بغیر تزکیہ نفس حاصل نہیں ہوتا۔ اور رشد کے معنی ہدایت اور فلاح کے ہیں اور یہ ہدایت بغیر انتثال

امرِ خدا کے ہرگز حاصل نہیں ہوتی۔ امام ابن قیمؒ نے اپنی کتاب مفتاح دار السعادۃ میں اسلام کے یہی معنی کئے ہیں لہذا علمائے یورپ کا قول دراین صورت قابل اعتماد نہ ہوگا۔ چند مولفین یورپ نے سید امیر علی کے کلام سے غلط نتیجہ نکالا ہے کہ موصوف کے نزدیک اسلام صرف افعال جوارح ہی سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ بعض مقام پر قرآن مجید میں ایمان اور اسلام میں مقابلہ بیان ہوا ہے جس سے دونوں کے درمیان مغایرت معلوم ہوتی ہے اس میں شک نہیں کہ چند آیات قرآنیہ سے ان دونوں کا تقابل متصور ہوتا ہے۔ لیکن درا صل اسلام شرعی اور ایمان شرعی دونوں ایک ہی چیز ہیں۔

(اسلام کے لغوی و شرعی معنی) صحاح جوہری اور لسان العرب میں مذکور ہے کہ اسلام مشتق ہے سِلم بکسر سین و بکسر لام سے اور سِلِم معنے پتھر کو کہتے ہیں جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ چونکہ وہ بھی نرمی سے سالم ہوتا ہے اس واسطے اس کو سِلم کہتے ہیں اور اسلام کا مادہ بفتح سین ولام یعنی سلم سے بھی بتایا گیا ہے اور سلم اس درخت کو کہتے ہیں جس کے نہایت دراز اور سخت کانٹے ہوں چونکہ یہ درخت آفات سے محفوظ رہتا ہے اسی وجہ سے اسکو سلم کہا گیا۔ علاوہ ازیں ان دو مادوں سے عرب نے اور استعمالات بھی نکالے ہیں جنکو خوف طوالت سے متروک کرنا مناسب ہے۔

لفظ اسلام کا استعمال لازم بھی آیا ہے اور متعدی بھی لازم کے معنی دخول فی السلم کے ہیں یعنی انسان کا حلقہ اطاعت اور صلاح میں داخل ہونا اہل نحو نے تصریح کر دی ہے کہ صیغہ افعل لازم سے دخول شی پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ محاورہ عرب میں اصبح بمعنی دخل فی الصبح میں استعمال ہوتا ہے اور جتنے معنی قبل ازیں مذکور ہوئے متعدی ان سب پر بلا تکلف دال ہے اسلام کے جمیع معانی لغوی جن کو آپ کی خدمت میں سابقہ تحریر میں بیان کیا قرآن مجید نے چند مقام پر استعمال کیا ہے جیسا کہ سورہ بقر میں لفظ مسلمۃ آیا ہے جسکے معانی ہیں عیوب ظاہریہ اور باطنہ سے مبرا اور خالص ہونا ہے۔ اور اس میں لغوی معنی کو قرآن مجید نے بحالہ قائم رکھا ہے۔ قوم موسیٰ علیہ السلام میں جو مقتول تھا اسکے قصہ میں خدائے برتر نے فرمایا۔ انها بقرة لا ذلول تثير الارض ولا تسقي الحرث مسلمة لا شية فيها۔

اور قرآن مجید میں اکثر مقام ایسے ہیں جنمیں اسلام کے لغوی معنی میں قرآن مجید نے کوئی تصرف نہیں کیا لیکن مشتے نمونہ از خروارے پر اکتفا کرتا ہوں نیز قرآن مجید میں اس مادہ سے جو صیغہ آیا ہے اسکو خضوع اور انقیاد میں بھی استعمال کیا ہے جیسا کہ سورہ صافات کیہ میں ہے بل هم اليوم مستسلمون اور یہاں پر اسلام کے معنی خضوع اور انقیاد کے ہیں۔

علمائے اسلام میں اختلاف ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں ایک ہیں یا دو چیز ایک فرقہ اہل لغت اور دیگر حضرات میں سے اسکا قائل ہے کہ اسلام مرادف ایمان کا ہے چنانچہ لسان العرب میں مذکور ہے اور امام فخر الدین رازی نے مندرجہ ذیل آیت ان الدين عند الله الاسلام سے استدلال پکڑا ہے کہ ایمان اور اسلام ایک ہیں۔

لیکن امام نووی نے خطابی سے نقل کیا ہے کہ اسلام اہل شرع کے نزدیک دو معنی پر بولا جاتا ہے ایک ایمان پر جو کہ انضباط باطنی کا نام ہے اور دوسرا معنی عام ہے خواہ انقیاد ظاہری اسمیں ملحوظ ہو یا انقیاد باطنی اسی بنا پر اسلام اور ایمان میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہو گی۔ احیاء العلوم میں امام غزالی نے لکھا ہے کہ اسلام تین معانی پر بولا جاتا ہے اول معنی اسلام کے اطاعت ظاہری کے ہیں جسکا تعلق افعال جوارح سے ہے۔ اسی صورت میں اسلام مقابل ایمان کا ہوگا۔ کیونکہ

ایمان باطن سے تعلق رکھتا ہے دوسرا معنی یہ ہے کہ اسلام نام ہے اطاعت ظاہری و باطنی کا اور ایمان نام ہے صرف اطاعت باطنی کا اس صورت میں اسلام عام ہوگا اور ایمان خاص عموم خصوص مطلق کی نسبت متحقق ہوگی۔ تیسرے معنی اسلام کے یہ ہیں کہ اسلام عبارت ہے انقیاد ظاہری اور باطنی سے اور ایمان بھی نام ہے انقیاد ظاہری اور باطنی کا اس صورت میں دونوں کے درمیان نسبت تساوی کی پائی جاویگی مذکورہ بالا اختلاف جو کچھ ایمان اور اسلام کے معانی میں ہے اس پر جو مسئلہ متفرع ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مرتکب کبیرہ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں۔ اشعریہ تو مرتکب کبیرہ کو اسلام سے نہیں نکالتے۔ بشرطیکہ وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے۔

خوارج کا عقیدہ ہے کہ مرتکب کبیرہ اسلام سے نکلکر کفر میں داخل ہو جاتا ہے قدریہ اور معتزلہ قائل ہیں کہ وہ نہ مسلمان رہتا ہے اور نہ کافر بلکہ بین بین کے درجہ میں رہتا ہے جسکے یہ لوگ قائل ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ اسلام اور ایمان کے اتحاد اور عدم اتحاد میں سخت اختلاف ہے بعض تو قائل ہیں اسلام ایمان سے عام ہے طبری اور معتزلہ کے نزدیک ایمان اور اسلام مرادف ہیں اب دیکھنا یہ ہے کہ اس اختلاف کا منشا کیا ہے۔ فریقین کے استدلالات آیات قرآنیہ سے ہیں۔ جیسے اعراب کا قول۔ قالت الاعراب اٰمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا اس آیت میں ایمان کو اسلام کے مقابل ذکر کرنا بتاتا ہے کہ یہ دونوں مغائر ہیں جس سے قائلین تغائر کی تاکید ثابت ہوتی ہے اور قائلین اتحاد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول سے تمسک پکڑتے ہیں جسکو قرآن مجید نے بایں طور نقل فرمایا۔ قال موسیٰ یا قوم ان کنتم اٰمنتم باللّٰہ فعلیہ توکلوا ان کنتم مسلمین۔ اس آیت سے ایمان اور اسلام کا اتحاد ثابت ہو رہا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مادہ سلم سے جو صیغے مشتق ہو کر معانی لغویہ میں استعمال ہوتے ہیں وہ بکثرت ہیں اور اسی طرح سے معانی شرعیہ میں جو مستعمل ہیں وہ بھی کم نہیں غرضیکہ قرآن مجید میں ہر دو معانی کا استعمال پایا جاتا ہے۔

اسلام کے شرعی معنی توحید ہونا اسپر قرآن مجید کی وہ آیات دال ہیں جنمیں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تمام انبیا توحید میں شریک تھے صرف احکام جزئیہ میں اختلاف تھا قرآن مجید میں فرمایا شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحًا والذی اوحینا الیک الخ اس آیت میں بتایا گیا کہ تمہاری توحید بھی وہی ہے جسکی تبلیغ نوح علیہ السلام نے کی۔ تفسیر کبیر اور بیضاوی میں اس آیت کے تحت میں۔ اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ۔ لکھا ہے کہ اسلام نام توحید کا ہے کیونکہ ہدایت سے مراد توحید ہے اور وہ دین جس میں رد و بدل اور نسخ نہ ہوا اگرچہ انبیا مختلف آئے اور انھوں نے اسکی تبلیغ کی وہ اسلام ہی ہے۔ دوسرے مقام میں فرمایا ان الدین عند اللہ الاسلام اس آیت سے ثابت ہوا کہ دین عرف قرآن میں نام ہے اصول دینیہ کے ساتھ ایمان رکھنے کا جسمیں نہ نسخ ہے اور نہ انبیا مختلف ہوئے ہیں۔ انبیا میں اگر اختلاف تھا تو احکام جزئیہ میں تھا۔ قرآن مجید میں بعض مقام پر اسلام کو مقابلے میں ایمان کے ذکر کیا گیا جس سے اختلاف معلوم ہوتا ہے اور بعض جگہ تقابل متروک ہے جس سے اتحاد ثابت ہوتا ہے۔ جو اتحاد کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال پکڑتے ہیں۔ من یتبع غیر الاسلام دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخاسرین۔ زمخشری نے بیان کیا ہے کہ اسلام سے مراد یہاں پر توحید ہے یہ تفسیر بتاتی ہے کہ اسلام قرآن مجید میں معنی میں ایمان شرعی کے ہے۔